ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

محمد محسن خالد

سکالر پی ایچ۔ڈی (اردو)، نادرن یونی ورسٹی، نوشہرہ

ڈاکٹر سیدہ عطیہ خالد

اسسٹنٹ پروفیسر، نادرن یونی ورسٹی، نوشہرہ

غالب کی غزل کا فکری وفنی اور لسانی جائزہ

Muhammad Mohsin Khalid

Ph.D. Scholar (Urdu), Northern University, Nowshera.

Dr. Syeda Attia Khalid

Assistant Professor, Northern University, Nowshera.

Intellectual and Artistic and Linguistic Review of Ghalib's Ghazal

Mirza Ghalib enjoys a unique place in Urdu literature. The message of universalism in his poetry combined with his philosophical approach grant him the stature which is yet to be achieved by any other Urdu poet. In the following pages an effort is being made to have an overview of his poetry examining it at different yardsticks. The purpose is to highlight the salient characteristics of his personality as well as of his poetry. One can hardly doubt the depth of thoughts and technical mastery in his poetry which set very high standards not only in Urdu poetry but the poetry of the world at large. The dominant characteristic of his poetry is his logical way of narration. His poetry contains unparalleled pieces of imaginary. The use of words depict a great command on language. The language is used as an art in his couplets and it deeply reflects the societal values of not only his time but also the gradual evaluation of civilisations. One can easily find a musical rhythm used in his poetry like an artist. It is hard to decide whether Ghalib became great for writing his Ghazals or Urdu ghazal was honoured to have a poet like Him. There is no doubt that he is the brightest moon in the galaxy of classical Urdu Ghazal.

Keywords: *Mirza Ghalib, Urdu Literature, Poetry, Philosophical, Imaginary.*

مرزا غالب اُردو زبان کے ہفت رنگ اور ہفت پہلو شاعر ہیں۔ان کی شاعری الفاظ، خیالات، احساسات، جذبات،افکار اور تخلیقات کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے جس کی شان و شوکت دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ان کا کلام آفاقیت و جدت اور فکر و فلسفے کا حسین امتزاج اور عدیم المثال نمونہ ہے۔جدت و طرز،لب و لہجے اور فکر و فلسفہ میں ان کا کسی سے تقابل مشکل ہے۔غالب کی شاعرانہ انفرادیت مسلّم ہے جس پر کوئی قدغن نہیں لگائی جا سکتی۔

مرزاغالب ایک قد آور اور دیو پیکر شاعر ہے جس کی شاعری اپنے اندر بے پناہ فکری و فنی اور لسانی محاسن کا گنج ہائے گراں مایہ لیے ہوئے ہے۔غالب کو اظہار و ابلاغ میں جو قدرت اور دسترس حاصل ہے وہ جہاں ان کے اُسلوب کی سب سے نمایاں خوبی ہے وہاں کلام نظم و نثر کی خوبصورتی اور دل آویزی کا بھی مظہر ہے۔

مرزا غالب کی شاعری کی بنیاد جدت طرازی پر قائم ہے جس میں جدت تخیل،جدت طرز ادا،جدت تشبیہات و استعارات اور محاکات کی جدتیں شامل ہیں۔عام فہم واقعات و تصورات کو غالب نے جس طرز خاص سے جدت عطا کی ہے وہ انھیں کا خاصہ ہے۔معمولی اور پامال و مسترد مضمون میں محاکاتی اور تمثیلی لَے کی آمیزش سے ایسا رنگ بھرتے ہیں کہ مضمون آنکھوں کے سامنے محو رقص دکھائی دینے لگتا ہے۔

مولانا حالی لکھتے ہیں:

> "غالب کی جدت پسندی کا اظہار،تراکیب تراشی سے لے کر قصائد تک ہر موقع پر ہوتا ہے۔۔۔غالب کی شخصیت یک رنگ نہ تھی؛اس لیے اس کا تخلیقی شعور بھی ہمہ رنگ ہے؛حتیٰ کہ قصائد جیسی پُر تصنع اور آورد والی صنف بھی اس کے ہاتھوں روایتی شان و شوکت اور گھن گرج سے سنورتی ہے"۔(۱)

غالب کو زبان وبیان پر یکساں قدرت حاصل تھی۔غالب اپنے کلام میں ایک خاص طرح کی جدت اور نیا پن لے آتا ہے۔مضمون خواہ کتنا ہی فرسودہ اور پامال کیوں نہ ہو؛غالب کے ہاں آکر اس کا رنگ ڈھنگ اور وضع قطع میں اس قدر بدلاؤ آجاتا ہے کہ اس کی آب بان دیکھنے والی اور متاثر کُن ہو جاتی ہے۔

ـ بسکہ دُشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا(۲)

ـ نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ میں ہوتا تو کیا ہوتا(۳)

مرزا غالب ذہنی اور طبعی اعتبار سے انفرادیت پسند تھے۔کسی کی پیروی اور تقلید کرنا ان کا کبھی شیوہ نہیں رہا اور نہ انھیں کبھی اس کی حاجت رہی ہے۔ اس معاملے میں مرزا اس قدر احتیاط برتتے تھے کہ وبائے عام میں ان کو مرنا بھی پسند نہ تھا۔مولانا حالیؔ غالب کی اس شاعرانہ روش کو "جدتِ ادا" سے تعبیر کرتے ہیں۔

ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

"لسانی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو غالب ان لوگوں میں بھی ممتاز ہیں جنھوں نے شعوری و لاشعوری طور پر ایک نئی زبان بنائی جو روایتی شاعری کو پسند کرنے والوں کی سمجھ سے بالا تھی۔غالب نے اس کی بنیاد فارسی پر رکھی اور یہی وہ اظہار بیان ہے جس سے اُردو زبان کے دوسرے جدید شعرا نے بھی استفادہ کیا۔" (۴)

مرزاغالب کے کلام میں پہلوداری اور تہ داری کا جو التزام کیا گیا ہے وہ بہت نرالا اور انوکھا ہے۔غالب کی شاعری میں معنی کی مختلف سطحیں ہیں۔بادی النظر میں ایک عام فہم شعر کے باطن میں اُتر کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب نے اپنے خاص اُسلوب اور لسانیاتی تموج کے وسیلے سے اسے غیر معمولی بنا دیا ہے۔

پروفیسر اُسلوب احمد انصاری لکھتے ہیں:

"یہ حقیقت ہے کہ کلام غالب میں اس پہلوداری اورمعانی کی تہ داری نے ایک رنگارنگی کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔غالب کے کسی ایک شعر کو موڈ میں دیکھیں تو ایک انداز ہوگا مگر دوسرے انداز میں دیکھیں تو دُنیا ہی بدلی ہوئی محسوس ہو گی۔" (۵)

غالب کے ہاں معانی کی تہ داری ان کی لطافت خیالی اور نقطہ آفرینی سے لگا کھاتی ہے۔غالب نکتہ آفرینی کے بڑے دلدادہ اور اُستاد ہیں۔معمولی اور عام سی بات میں غیر معمولی نکتہ نکال لینے کا فن انھیں خوب آتا ہے۔معنی آفرینی اور نکتہ سنجی کا یہ تسلسل غالب کے ہاں بہت روانی اور آسانی سے دیکھا

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

جا سکتا ہے۔ مخالف و متضاد کیفیات و واردات کو باہم اس طرح یکجا کر دیتے ہیں کہ داد دیئے بغیر آگے نہیں بڑھا جا سکتا۔

سراپا رہنِ عشق و ناگزیر الفتِ ہستی　　　عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا[۶]

۔　مشہدِ عاشق سے کوسوں تک جو اُگتی ہے حنا　　کس قدر یا رب ہلاکِ حسرتِ پابوس تھا[۷]

مرزا غالب اپنی عصری شعری روایت سے نہ پوری طرح باغی ہیں اور نہ مکمل طور پر اس کے مقلد ہیں بلکہ انھوں نے ہمیشہ اپنا ایک جداگانہ اُسلوب وضع کیا ہے جس کے یہ موجد اور خاتم رہے ہیں۔

پروفیسر اُسلوب احمد انصاری لکھتے ہیں:

> "غالب کو بنیادی طور پر ہیئت یا اُسلوب پرست کی بجائے مواد پرست کہا جا سکتا ہے۔ وہ الفاظ و اُسلوب کو بھی شعر کی خوبی و بقا کے لیے ضروری سمجھتے ہیں لیکن ان کا ذہن شعر کی معنویت اور خیال اور نُدرت کی طرف بار بار بھاگتا ہے۔ انھیں شعر کی معنویت عزیز ہے۔" [۸]

غزلیاتِ غالب کا مطالعہ کرنے سے یہ تاثر اُبھرتا ہے کہ انھیں کسی اور کے بنائے ہوئے راستے پر چلنا کسی طور گوارا نہیں ہے خواہ وہ کتنا ہی سہل اور عام فہم کیوں نہ ہو۔ روایت سے انحراف کی یہ روش غالب کی نکتہ سنجی اور نکتہ آفرینی کی حسّیت کو مزید توانا اور وسعت سے ہمکنار کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

مرزا غالب کی شاعری کی ایک نمایاں خصوصیت ان کا منطقی استدلالی انداز بیان ہے۔ غالب کے شارحین اور نقادوں کی اکثریت کا کہنا ہے کہ ان کی عشقیہ شاعری کے تانے بانے نکتہ آفرینی اور استدلالی طرز اظہار کے ساتھ ملتے ہیں جس سے ندرت فکر کی آرائش کی جلوہ گری نظر آتی ہے۔ غالب محاکات سے تمثیلی پیراؤں میں معمولی بات کو غیر معمولی بنا لینے کا فن خوب جانتے تھے۔

۔　احباب چارہ سازی وحشت نہ کر سکے　　　زنداں میں بھی خیال بیاباں نورد تھا[۹]

۔　رگِ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا　　جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا[۱۰]

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

غالب کا شاعرانہ تجربہ اور عمل،ان کے ہم عصر شعرا سے انتہائی مختلف ہے۔غالب محاکات سے تمثیلی نقش بناتے ہیں اور جو لفظی تصویریں تراشتے ہیں ان میں معانی کا ایک جہان آباد ہوتا ہے جبکہ بہت کم شعرا کے ہاں لفظی تصویر کشی میں معنویت کا متاثر کُن ہونا شاذ ہی دیکھا گیا ہے۔

مرزا غالب کی شاعری میں امیجری یعنی تصویر کشی کے بے مثال نمونے موجو دہیں۔ان کی امیجری روایتی اور کہنہ مشق نہیں ہے بلکہ جدت کی حامل ہے۔انھوں نے اپنے تجربات و مشاہدات کی لوسے جو امیجری تراشی ہے ۔اس میں مجلسی زندگی کا پورا نقشہ لفظی تصویر کشی میں ڈھل کر دل پہ یوں صدا دیتا ہے کہ پل بھر کو جیسے تنفس اپنے وجود کے محاکاتی پیکر فنا ہو جائے۔

۔ ہم سے کُھل جاؤ بوقتِ مے پرستی ایک دن ورنہ ہم چھیڑیں گے رکھ عُذرِ مستی ایک دن[11]

۔ اُس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کیے بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے [12]

ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں:

”ان کا کلام تصویروں اور پیکروں کا ایک نگار خانہ ہے۔غالب کی شاعری میں پیکر تراشی جامد نہیں ہے؛متحرک ہے۔یہ تصویرں چلتی پھرتی اور حرکت کرتی دکھائی دیتی ہیں۔یہ غالب کا کمال ہے کہ انھوں نے بے جان تصویروں میں جان سی ڈال سی ہے جو حواس کی سطح پر متاثر کرتی ہیں۔“ [13]

شاعری میں ڈرامائی عنصر کا دَر آنا نئی بات نہیں ہے۔ان سے پہلے بھی شعرا اپنے کلام میں اور بیان کے اظہار میں اس عنصر کا استعمال کرتے رہے ہیں لیکن غالب کے ہاں جب اس طرح کے لب و لہجے کا استعمال ہوتا ہے تو یہ کوئی نقالی اور تقلیدی نہیں بلکہ ان کا اپنا موجد کردہ اختراعی عمل ہے جس کی انفرادیت کو روایتی انداز بیان سے مماثلت دینے کا جواز باقی نہیں رہتا۔

۔ کی مرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ ہائے اُس زُود پشیماں کا پشیماں ہونا[14]

۔ آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے صاحب کو دل نہ دینے پر کتنا غرور تھا[15]

غالب زبان اور لہجے کے چابک دست فنکار ہیں۔ان کے ہاں زبان کا استعمال ایک فن کی حیثیت رکھتا ہے جس میں تہذیب کا رچاؤ اور معاشرت کی صاف جھلک نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے۔یہ عُنصر غالب کے وسیع المطالعہ اور کثیر الجہتی فکر کے تنوع کا پتہ دیتا ہے۔

۔ بسکہ دُشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا(۱۶)

۔ خواہش کو احمقوں نے پرستش دیا قرار کیا پوجتا ہوں اس بتِ داد گر کو میں(۱۷)

غالب پہلے شاعر ہیں جن کے ہاں یہ حوصلہ اور ہمت پائی گئی ہے کہ کلمات استفہام کے ذریعے اپنے مافی الضمیر کو بیان کر سکیں اور اپنے جذبات و احساسات کے لیے کلمات استفہام کو بطور ہتھیار استعمال میں لا سکیں۔بیان و اظہار کا سلیقہ اتنا عمدہ اور انوکھا ہے کہ طبیعت پر الفاظ کی تکرار گراں گزرنے کے برعکس پُر لطف و دل آویز محسوس ہوتا ہے۔

۔ اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے حیراں ہوا پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں(۱۸)

۔ یا رب یہ زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لیے لوحِ جہاں پہ حرفِ مکرر نہیں ہوں میں(۱۹)

غالب جب اپنے محبوب سے" کیا،کیوں،کیسے،کہاں"ایسے الفاظ میں بات کرتے ہیں توزبان کی خوبصورتی کا حُسن دیکھنے والا ہوتا ہے۔اس پر مستزاد یہ کہ مطلوب و مقصود کی مکالماتی گفتگو میں چاشنی اور لطافت کا رس انھیں کلمات استفہام کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

"غالب کے اُسلوبِ شاعرانہ میں جو چیز بہت نمایاں ہے؛وہ ان کا سوالیہ یا استفہامیہ لب و لہجہ ہے۔اس لب و لہجہ سے ان کی جدت طرازی، مشکل پسندی اور فلسفیانہ طرف فکر، تینوں چیزوں کا سراغ ملتا ہے۔کلمات استفہام کے استعمال سے جیسا فائدہ شاعری میں انھوں نے اُٹھایا ہے کسی دوسرے شاعر نے نہیں اُٹھایا۔"(۲۰)

غالب کے ہاں مزاح اور طنز کا سطحی مزاج نہیں ملتا بلکہ ایک سنجیدہ اور میچور قسم کا مزاح اور طنز کی چاشنی نظر آتی ہے۔غالب نے جن تصورات و مشاہدات اور مذہبی و معاشرتی نظریات پر چوٹ کی ہے وہ بظاہر حد سے متجاوز اور بہت دور نکل جانے کی بات ہے لیکن ان کے اظہار بیان کا سلیقہ اتنا عمدہ ہے کہ بات ناگوار اور تلخ و ترش ہونے کے باوجود شیریں و لطیف ہو کر من کو موہ لیتی ہے۔

۔ ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن دل کے خوش رکھنے کو یہ خیال اچھا ہے(۲۱)

۔ واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو کیا بات ہے تمہاری شرابِ طہور کی(۲۲)

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

کلام غالب میں صوتی آہنگ اور موسیقی کا فنکارانہ نظام ملتا ہے۔لفظوں کے مزاج کو پہنچانے اور ان کے استعمال کے سلیقے سے آگاہی جس قدر غالب کے ہاں پائی جاتی ہے،شاز ہی کسی اور شاعر کے ہاں اتنی روانی اور تسلسل سے دکھائی دے۔انتخاب الفاظ کی فنکاری میں انھیں اجتہاد کا درجہ حاصل ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

”غالب نے زبانِ شعر میں قابل قدر اضافے کیے ہیں۔ان کی زبان محدود نہیں؛وہ اپنے تجربے کے مکمل ابلاغ کے لیے الفاظ کا انتخاب بڑی فنکارانہ چابک دستی کے ساتھ کرتے ہیں۔ان کی زبان میں زندگی کی وسعت اور کشادگی ملتی ہے۔“ (۲۳)

- یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں　لیکن اب نقش و نگار طاقِ نسیاں ہو گئیں(۲۴)
- اب میں ہوں اور ماتم یک شہر آرزو　توڑا جو تو نے آئینہ تمثال دار تھا(۲۵)

غالب کے کلام میں تشبیہات کا استعمال بطور خاص ملتا ہے۔غالب نے تشبیہ کے معاملے میں اعتدال اور فطری رچاؤ کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے تصورات و احساسات کو معنی آفرینی اور نکتہ آفرینی سے ملفوف کر کے اسطرح بیان کیا ہے کہ مضمون بھی اچھوتا اور دل آویز ہو گیا ہے ۔تشبیہ و استعارہ کی اُٹھان بھی فصاحت کے معیار کو چھو رہی ہے۔

- جیسے گر جائے دمِ تحریر کاغذ پر　مری قسمت میں یوں تصویر ہے شب ہجراں کی(۲۶)
- دیوانگی سے دوش پہ زنّار بھی نہیں　یعنی ہماری جیب میں اک تار بھی نہیں(۲۷)

غالب نے تراکیب کا بھی ایک جہاں اپنے کلام میں بسایا ہے۔غالب کو تراکیب کو مثلِ نگینہ انگوٹھی میں اس طرح جڑ دیاہے۔غالب کی وضع کردہ تراکیب میں بہت کچھ معنی وسعت پنہا ں ہے۔ان کے اس عمل سے نہ صرف اُردو شاعری کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہوا ہے بلکہ اظہار خیال کا میدان بھی وسیع تر ہو گیا ہے۔

- ترے جواہر طرف کلہ کو کیا دیکھیں　ہم اوج طالع لعل و گہر کو دیکھتے ہیں(۲۸)
- کاؤ کاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ　صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا(۲۹)

غالب نے تلمیحات کے استعمال میں ندرت دکھائی ہے۔ ان کے کلام میں سیکڑوں تلمیحات کا خزانہ موجود ہے جس کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب نے فارسی و عربی اور قدیم ہندوستانی ذہن و سماج کا کس قدر گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا ہے۔ غالب کی استعمال کردہ تلمیحات سے ان کی فکری تموج کے سماجی و تہذیبی رجحان کو سمجھنا نسبتاً آسان ہو جاتا ہے۔

ـ ابنِ مریم ہوا کرے کوئی　　مرے دُکھ کی دوا کرے کوئی (۳۰)

ـ قید میں یعقوبؑ نے لی گو نہ یوسفؑ کی خبر　　لیکن آنکھیں روزنِ دیوارِ زنداں ہو گئیں (۳۱)

ـ ابھی آتی ہے بُو، بالش سے اُس کی زلفِ مشکیں کی　　ہماری دید کو خوابِ زلیخا عارِ بستر ہے (۳۲)

کلاسیکی غزل میں میرؔ کے بعد محاورے کا دلکش اہتمام غالب کے ہاں نظر آتا ہے۔ غالب نے موضوع کی مناسبت سے محاورات کا بہت ہی خوبصورت اور دل آویز استعمال کیا ہے جو ان کے شعر کے ظاہری اور باطنی حسن میں صرف اضافہ کرتا ہے۔ محاورات کے استعمال نے غالب کی غزل کو ایک منفرد اُٹھان دی ہے جس سے ان کی فنی دسترس کا پتہ چلتا ہے۔

مالک رام لکھتے ہیں:

"محاورے کی پہلی بات یہ ہے کہ وہ اہل زبان سے مسلمہ ہو۔ غالب نے کئی جگہ (اپنے کلام میں) فارسی محاوروں کا اُردو ترجمہ کرنے کی کوشش کی تھی جن میں سے بیشتر بازار کا سکہ بن گئے اور کچھ ٹکسال باہر ہو گئے۔" (۳۳)

ـ لاگ ہو تو ہم اُس کو سمجھیں لاگ　　جب نہ ہو کچھ بھی تو دُھوکا کھائیں کیا (۳۴)

ـ ہم کہاں قسمت آزمانے جاتے　　تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا (۳۵)

ـ دل سے مٹنا تری اُنگشتِ حنائی کا خیال　　ہو گیا گوشت سے ناخن کا جُدا ہونا (۳۶)

غالب نے جہاں تشبیہات و استعارات اور تراکیب و صنائع بدائع کا استعمال کیا ہے وہاں صنعتوں کے التزام سے بھی غزل کے حُسن کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ صنعت کا شعر میں استعمال فنی مشاقی کے بغیر ممکن نہیں۔ غالب نے صنعتوں کا بے نظیر استعمال کر کے لسانی اُپج کو ثابت کیا ہے۔

ـ اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا　　ساغرِ جم سے مرا جامِ سفال اچھا ہے (۳۷)

ـ جذبہ بے اختیار شوق دیکھا چاہیے　　سینہ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا (۳۸)

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

مرزا غالب کی مشکل پسندی کو لے کر ان کے ہم عصروں نے خاصا ان کی لے دے کی اور ان پر پھبتیاں، فقرے، جملے اور شاعرانہ ہجویں کہی گئیں لیکن غالب نے اپنی روش کو بدلنے کی زحمت گوارا نہ کی بلکہ ان سب کے جواب میں کہا:

۔ نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا گر نہیں ہیں میرے اشعار میں معنی نہ سہی[۳۹]

غالب کے کلامِ نظم و نثر کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گل و بلبل کا نغمہ الاپنے والا شاعر نہیں ہے جو فراق و وصال کے سطحی جذبات کی ترجمانی کر رہا ہے۔ غالب کے ہاں کل جہاں کے مسائل و معاملات اور فکرو فلسفہ دکھائی دیتا ہے۔

۔ ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود قبلہ کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں[۴۰]

۔ طاقت میں تا رہے نہ مے و انگبیں کی لاگ دوزخ میں ڈال دے کوئی لے کر بہشت کو[۴۱]

رام بابو سکسینہ لکھتے ہیں:

"مرزا ایک بہت بڑے فلسفی ہیں اور ان کے اکثر اشعار حقائق فلسفہ کو نہایت آسانی اور سادگی سے ظاہر کرتے ہیں۔ ان کے یہ خیال زبانی نہ تھے بلکہ وہ ان پر پوری طرح عامل تھے۔ ان کی زندگی مذہبی رواداری اور آزادہ روی کی ایک درخشاں مثال تھی۔"[۴۲]

غالب کے ہاں طبیعات و مابعدالطبیعات کے مضامین کا بھی ذکر ملتا ہے۔ غالب کی وسیع و بلیغ نظر صرف ہندوستان کے مسائل و موضوعات پر نہیں تھی بلکہ ان کی فکر کا دائرہ ایشا سے باہر کے افلاک تک پھیلا ہوا تھا جو ان کو حقیقت میں بڑا ذہن اور بڑا شاعر اور فلسفی شاعر بنانے میں اہم کردار ادا کر رہا تھا۔

۔ سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں ابر کیا چیز ہے، ہوا کیا ہے[۴۳]

ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

"معلوم ہوتا ہے کہ غالب کائنات کے راز آشنا ہیں اور ان کے ہاں روشن خیال، وسیع النظری اور خرد افروزی اسی شعور، اسی آگاہی سے پیدا ہوئی ہے۔ غالب کو

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

داخلیت کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ان کے ہاں وہ فلسفیانہ فکر موجود ہے جو ہمیں بڑے فلسفی کے ہاں ملتی ہے۔" (۴۴)

غالب نے سستی قسم کی جذباتیت کو شہرت کے لیے ہر گز استعمال نہیں کیا۔غالب نے انتہائی دِگر گوں حالات میں شعوری آنکھ کھولی اور عمر گزاری ۔ خارجی و داخلی اور خانگی حادثات و اقعات کی تلخیوں اور مصائب کو تن تنہا اپنی جان پر جھیلا اور ان تجربات کو اپنی شاعری کا حصہ بنایا۔ غالب جذبات و احساسات کے بہترین پیش کار اور ترجمان ہیں۔

رام بابو سکسینہ لکھتے ہیں:

"مرزا غالب کے کلام کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے اشعار ان کے خیالات کا صحیح فوٹو ہوتے ہیں۔ وہ اپنے اشعار کے ذریعہ سے اپنی دلی کیفیات اپنے کلام کے پڑھنے والے کے سامنے پیش کرتے ہیں جن میں غم و الم کے نامے، حرماں نصیبی اور نامیدی کے جانکاہ مصائب کے ساتھ تعلقات دُنیاوی سے دل بستگی کا بیان ہوتا ہے۔" (۴۵)

جلا ہے جسم جہاں وہاں دل بھی جل گیا ہو گا ۔۔۔ کریدتے ہو اب کیوں جستجو کیا ہے (۴۶)
یوں ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہل جہاں ۔۔۔ دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویران ہو گئیں (۴۷)

غالب کے شعری تجربات،انفرادیت اور جدت طرازی کے حامل ہیں۔ انھوں نے مسلمہ روایات اور عقائد کے خلاف بھی آواز بلند کی اور ان کی تائید میں بھی قلم اُٹھایا۔ ان کے ہاں روایت شکنی، خود پسندی، انانیت،تشخص فہمی اور منفرد انداز بیان میں شاعرانہ تعلی ایسے عناصر کا غلبہ نظر آتا ہے۔ یہ سب عناصر ان کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔

غالب نے چبائے ہوئے نوالوں کو پھر سے چبانے کی کوشش نہیں کی بلکہ اپنے لیے نئے نوالے بنائے ہیں اور انھیں چبانے کے لیے دوسروں تک بھی پہنچایا ہے۔روایت شکنی اور اختراعی طبیعت کے حامل اس شاعر کو شاعر بے نوا اور کج کلاں اور شاعر مکمل اسی لیے کہا جا تا ہے۔

غالب نے اگرچہ تصوف کو عملی طور پر کسی درویش اور فقیر کی طرح اختیار نہیں کیا۔ تصوف کے بارے میں ان کے نظریات اور خیالات کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے تصوف سے

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

متعلقہ مباحث و نظریات کو نہ صرف خود پڑھا بلکہ اس کے بارے میں اپنا نکتہ نظر بھی رکھتے ہیں۔۔غالب کی شخصیت و شاعری میں تصوف کا رجحان دیگر محاسن سے زیادہ نمایاں اور واضح ہے۔

۔ نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا　ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا(۴۸)

۔ یہ مسائل تصوف اور ترا بیان غالبؔ　تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا(۴۹)

عبدالرحمن بجنوری لکھتے ہیں:

> "وحدت الوجود کا مسئلہ صوفیانہ شاعری کی روح رواں ہے۔وحدت الوجود کے معنی یہ ہیں کہ در حقیقت خدا کے سوا کچھ بھی نہیں ہے یعنی جو کچھ بھی موجود ہے وہ خدا کے وجود کا حصہ ہے۔ مرزا غالب کے صوفیانہ رجحان پر وحدت الوجود کا غلبہ دکھائی دیتاہے۔" (۵۰)

۔ اسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا　جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دو چار ہوتا(۵۲)

غالب نے جس طرح حُسن کے تصورات اور اس کی مبادیات کو جزئیات کے ساتھ پیش کیا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے بڑا انسانی جذبہ دراصل حُسن ہے اور حُسن کی عاشقانہ پرستش ہے۔غالب اپنے کلام میں حُسن و عشق کا مختصر انتخاب ہی چھوڑ کر باقی کلام حذف بھی کر دیتے تو ان کی بطور شاعر اہمیت لافانی ہی رہتی۔

۔ وہ نگاہیں کیوں ہوئی جاتی ہیں یا رب دل کے پار　جو مری کوتاہی قسمت سے مژگاں ہو گئیں (۵۳)

۔ منہ نہ کھلنے پر ہے وہ عالم کہ دیکھا ہی نہیں　زلف سے بڑھ کر نقاب اس شوخ کے منہ پر کھلا(۵۴)

غالب کے کلام میں حُسن و عشق سے متعلقہ اشعار کو یکجا کر کے ان کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ غالب کی شاعری کی اساس حُسن و عشق کی ستائش اور اس کی پروردہ روایت کی بقا کی تلاش کے حصول میں ہے۔عشق اور ذات کے عرفان میں حُسن کی کشش شامل ہو جائے تو انسان معرفت کی سچائی اور گیان کے سچے جذبے کو بالاآخر حاصل کر لیتا ہے

ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

"عشق غالب کی شاعری میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔اس میں وہ جلنے جلانے والی کیفیت،وہ اضطراب نہیں ہے جو ہمیں خواجہ میر درد یا میر کے ہاں نظر آتا ہے۔۔۔غم عشق اور غم روزگار سے انکی ساری تخلیقی زندگی عبارت ہے۔" (۵۵)

غالب نے غم اور ناکامی حیات کو مزے لے لے کر بیان کیا ہے۔ان کے کلا م میں یاسیت البتہ میر کے مقابلے میں بہت کم ہے۔اپنے غموں پر ہنسنا اور بات ٹال کر مزاح کا رنگ پیدا کر دینا غالب ایسے بڑے شاعر کا خاصہ ہے۔

ـ ہے اب اس معمورے میں قحطِ غم الفت اسد
ہم نے یہ مانا رہیں دلی میں پر کھائیں گے کیا(۵۶)

ـ دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں(۵۷)

مرزاغالب کے کلام میں جہاں غم و الم اور رنج و محن کا ذکر ملتا ہے وہاں ان کے ہاں خوش طبعی اور زندہ دلی ظرافت بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ غالب نے حالات کی سنگینی سے مایوس ہو کر کنارہ کشی اختیار کر کے موت و مرگ کے فلسفے اور راگ نہیں الاپے بلکہ زندگی کی متنوع صورتوں کو جزئیات کے ساتھ کہیں آس و یاس اور کہیں نا میدو اُمیدی کے ساتھ اس طرح پیش کیا ہے کہ اپنے حواس کے توانا اور شخصیت کے زندہ دل ہونے اور زندگی کو ہر رنگ میں جینے اور غم و الطاف سے یکساں لطف اندوز ہونے کا سلیقہ سکھایا ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

"زندہ دلی و ظرافت کا یہ پہلو نہ صرف ان کی شاعری میں بلکہ دوستانہ مراسم میں بھی نظر آتا ہے۔ان کے وجود میں دو آدمی ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ایک غم کی طرف جھکتا ہے اور دوسرا اسی غم کو ظرافت،شگفتگی اور زندہ دلی سے روشن کر دیتا ہے۔" (۵۸)

ـ عشق نے نکما کر دیا غالب ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے(۵۹)

ـ شیخ جی کعبے کا جانا معلوم آپ مسجد میں گدھا باندھتے ہیں(۶۰)

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

غالب کے مزاج اور ان کے انداز نظر کے رویے کا مشاہدہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ان کے ہاں عظمت انسانی کا پہلو خاصا نمایاں ہے۔غالب چوں کہ ایک حساس شاعر تھے۔اس لیے انھوں نے کچھ زیادہ ہی انسانی اقدار کی پامالی کو دل سے محسوس کیا اور اس کے بارے میں اپنا نقطہ نظر بھی نظم و نثر میں پیش کیا۔ان کے خطوط اس موضوع کے حوالے سے بہت اہمیت کے حامل ہیں۔

نیاز فتح پوری لکھتے ہیں:

”غالب بڑے متنوع ذوق کا شاعر تھا اور اپنی ذہنی اُپج کے لحاظ سے اپنا مثل نہ رکھتا تھا۔اس کی شاعری ایک ایسا گلدستہ ہے جس میں ہر قسم کا پھول نظر آتا ہے اور پھول اپنی جگہ گلِ سر سبد معلوم ہوتا ہے۔“ (۶۱)

- ان آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا دل　　جی خوش ہوا راہ کو پُر خار دیکھ کر (۶۲)
- نفسِ قیس کہ ہے چشم و چراغ صحرا　　گر نہیں شمع،سیہ خانہ لیلیٰ ہی سہی (۶۳)

غالب غزل کے شاعر ہیں اور غزل غالب کی آبرو ہے۔گویا اُردو غزل اور غالب لازم و ملزوم ہو گئے ہیں۔غالب کے ذکر کے بغیر کلاسیکی اُردو غزل کا باب شروع نہیں کیا جا سکتا۔غالب نے اُردو غزل میں شخصی جذبات، انفرادی کیفیات،اجتماعی احساسات اور تخیلی واردات کا جو اضافہ بصورت اشعار کیا ہے وہ ان کے شاعرانہ عظمت کا بنیادی حوالہ ہیں۔

- یا رب یہ زمانہ مجھ کو مٹا تا ہے کس لیے　　لوح جہاں پہ حرفِ مکرر نہیں ہوں (۶۴)

غالب نے غزل میں تنقید حیات کو جس طرح سمیٹ کر بیان کیا اور انسانی موضوعات کو جس شاعرانہ اُسلوب شعر میں نبھایا ہے یہ کام کسی اور کے بس کا کبھی تھا ہی نہیں۔غالب کا تخلیقی عمل اس قد راچھوتا اور دلفریب تھا کہ بعد کے شعرا نے اس کی پیروی کو اپنے لیے باعث افتخار گردانا۔

عہد حاضر کے نمائندہ غزل گو شعرا کے ہاں بھی غالب کے اثرات واضح طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔حسرت، اصغر، یگانہ، فانی، فراق، جگر، فیض، ناصر، فراز اور جون ایلیا کے ہاں غالبیت کا رنگ سر چڑھ کے بول رہا ہے اور یہ رنگ اتنا پکا اور گہرا ہے کہ جب تک اُردو زبان باقی ہے اور شاعری کا ذوق ہے؛غالب اور مدوحین غالب کی روایت جاری رہے گی۔

- ہیں اور بھی دُنیا میں سخنور بہت اچھے　　کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے اندازِ بیان اور (۶۵)

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

حوالہ جات

۱۔ مقدمہ شعر و شاعری، مجلس ترقی ادب،لاہور،۲۰۱۲،مولانا حالی،ص:۴۲

۲۔ غالب،مرزا،خاں،اسداللہ،دیوان غالب،مرتبہ،حامد علی خان،الفیصل ناشران و تاجرِ کُتب، لاہور،۲۰۰۷ء،ص:۲۸

۳۔ غالب،مرزا،خاں،اسداللہ،دیوان غالب(المعروف نسخہ حمیدیہ)،مدھیہ پردیش اُردو اکیڈمی، بھوپال،۱۹۸۲،ص:۱۹۴

۴۔ جالبی، جمیل،ڈاکٹر، تاریخ ادب اُردو،جلد چہارم، مجلس ترقی ادب ،لاہور،طبع دوم،جون،۲۰۱۵ ، ص:۱۴۳

۵۔ غالب کا فن،اسلوب احمد انصاری،پروفیسر،مسلم یونیورسٹی پریس،علی گڑھ،۱۹۷۰ء،ص:۲۲

۶۔ غالب،مرزا،خاں،اسداللہ،دیوان غالب(المعروف نسخہ حمیدیہ)،ص:۱۶۲

۷۔ ایضاً،ص:۱۷۳

۸۔ غالب کا فن،اسلوب احمد انصاری،پروفیسر،ص:۲۴

۹۔ غالب،مرزا،خاں،اسداللہ،دیوان غالب(المعروف نسخہ حمیدیہ)،ص:۱۳۷

۱۰۔ ایضاً،ص:۱۹۱

۱۱۔ غالب،مرزا،خاں،اسداللہ،دیوان غالب(المعروف نسخہ حمیدیہ)،ص:۲۵۸

۱۲۔ ایضاً،ص:۱۳۳

۱۳۔ غالب اور مطالعہ غالب،عبادت بریلوی،ڈاکٹر،سکینہ پبلشنگ ہاؤس،دلی،۱۹۷۰ء،ص:۳۵۵

۱۴۔ غالب،مرزا،خاں،اسداللہ،دیوان غالب(المعروف نسخہ حمیدیہ)،ص:۱۶۶

۱۵۔ غالب،مرزا،خاں،اسداللہ،دیوان غالب،مرتبہ،حامد علی خان،ص:۴۵

۱۶۔ غالب،مرزا،خاں،اسداللہ،دیوان غالب(المعروف نسخہ حمیدیہ)،ص:۱۶۶

۱۷۔ ایضاً،ص:۲۷۹

۱۸۔ ایضاً،ص:۲۷۸

۱۹۔ ایضاً،ص:۲۸۳

۲۰۔ غالب:شاعر امروز و فردا،فرمان فتح پوری،ڈاکٹر،اظہار سنز، لاہور۱۹۷۰ء،ص:۱۸۷

۲۱۔ غالب،مرزا،خاں،اسداللہ،دیوان غالب،مرتبہ،حامد علی خان،ص:۴۵

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber 2021)

۲۲۔ ایضاً، ص:۱۰۹
۲۳۔ تاریخ ادب اُردو، جمیل جالبی،ڈاکٹر، مجلس ترقی ادب اُردو،لاہور،۲۰۱۴،ص: ۱۳۶
۲۴۔ غالب، مرزا،خاں، اسداللہ، دیوان غالب، مرتبہ، حامد علی خان، ص:۱۹۷
۲۵۔ ایضاً، ص:۳۲۶
۲۶۔ غالب، مرزا،خاں، اسداللہ، دیوان غالب(المعروف نسخہ حمیدیہ)، ص:۳۱۵
۲۷۔ ایضاً، ص:۲۸۵
۲۸۔ غالب، مرزا،خاں، اسداللہ، دیوان غالب(المعروف نسخہ حمیدیہ)، ص:۲۸۲
۲۹۔ ایضاً، ص:۱۴۷
۳۰۔ غالب، مرزا،خاں، اسداللہ، دیوان غالب، مرتبہ، حامد علی خان، ص:۱۸۷
۳۱۔ غالب، مرزا،خاں، اسداللہ، دیوان غالب(المعروف نسخہ حمیدیہ)، ص:۲۸۲
۳۲۔ ایضاً، ص:۱۷۱
۳۳۔ محاورات غالب، مرتبہ، نریش کمار،دیباچہ،مالک رام،کتب خانہ انجمن ترقی اُردو،ہند، دلی۱۹۷۶،ص:۳
۳۴۔ غالب، مرزا،خاں، اسداللہ، دیوان غالب، مرتبہ، حامد علی خان، ص:۵۰
۳۵۔ ایضاً، ص:۶۳
۳۶۔ ایضاً، ص:۱۵
۳۷۔ غالب، مرزا،خاں، اسداللہ، دیوان غالب(المعروف نسخہ حمیدیہ)، ص:۲۴
۳۸۔ ایضاً، ص:۳۲۱
۳۹۔ ایضاً، ص:۱۳۶
۴۰۔ غالب، مرزا،خاں، اسداللہ، دیوان غالب، مرتبہ، حامد علی خان، ص:۱۴۳
۴۱۔ غالب، مرزا،خاں، اسداللہ، دیوان غالب(المعروف نسخہ حمیدیہ)، ص:۲۹۳
۴۲۔ تاریخ ادب اُردو،رام بابو سکسینہ، ص:۳۵۷
۴۳۔ غالب، مرزا،خاں، اسداللہ، دیوان غالب(المعروف نسخہ حمیدیہ)، ص:۱۴۲
۴۴۔ تاریخ ادب اُردو، جمیل جالبی،ڈاکٹر، مجلس ترقی ادب اُردو،لاہور۲۰۱۴،ص: ۱۲۴
۴۵۔ رام بابو سکسینہ، تاریخ ادب اُردو، ص:۳۵۷

۴۶۔ غالب، مرزا، خاں، اسد اللہ، دیوان غالب (المعروف نسخہ حمیدیہ)، ص:۴۰۵

۴۷۔ ایضاً، ص:۲۸۳

۴۸۔ ایضاً، ص:۱۹۴

۴۹۔ ایضاً، ص:۱۹۱

۵۰۔ ایضاً، ص:۱۳۱

۵۱۔ محاسن الفاظ غالب، عبدالرحمن بجنوری، ڈاکٹر، انجمن ترقی اُردو، ہند، ص:۵۵

۵۲۔ غالب، مرزا، خاں، اسد اللہ، دیوان غالب، مرتبہ، حامد علی خان، ص:۱۸۳

۵۳۔ غالب، مرزا، خاں، اسد اللہ، دیوان غالب (المعروف نسخہ حمیدیہ)، ص:۱۹۴

۵۴۔ ایضاً، ص:۱۸۹

۵۵۔ تاریخ ادب اُردو، جمیل جالبی، جلد چہارم، ڈاکٹر، ص:۱۹۴

۵۶۔ غالب، مرزا، خاں، اسد اللہ، دیوان غالب (المعروف نسخہ حمیدیہ)، ص:۱۹۰

۵۷۔ ایضاً، ص:۲۸۷

۵۸۔ تاریخ ادب اُردو، جلد چہارم، جمیل جالبی، ڈاکٹر، ص: ۱۵۰

۵۹۔ غالب، مرزا، خاں، اسد اللہ، دیوان غالب، مرتبہ، حامد علی خان، ص:۱۶۰

۶۰۔ غالب، مرزا، خاں، اسد اللہ، دیوان غالب (المعروف نسخہ حمیدیہ)، ص:۲۶۳

۶۱۔ اُردو غزل ولی سے عہد حاضر تک، مشمولہ، اُردو شاعری کا فنی ارتقا، مرتب، فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، ص:۱۲۵

۶۲۔ غالب، مرزا، خاں، اسد اللہ، دیوان غالب (المعروف نسخہ حمیدیہ)، ص:۲۲۲

۶۳۔ ایضاً، ص:۳۲۱

۶۴۔ ایضاً، ص:۲۸۳

۶۵۔ ایضاً، ص:۲۲۲